اچھے استاد کے نمایاں اوصاف

شیخ عبدالرشید

لگ بھگ ڈیڑھ ہزار سال قبل افلاطون نے کہا تھا کہ ''بہترین معاشرہ تشکیل دینے کے لئے بہترین نظام تعلیم ضروری ہے''، لیکن دوسری طرف کسی بھی معاشرے کا تعلیمی نظام اس معاشرے کے مجموعی ثقافتی معیار سے مشروط ہے، چنانچہ مختلف معاشروں کے ثقافتی معیار کے مطالعے کے بعد ممتاز مورخ ایچ۔ جی ویلز یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ ''انسانی تاریخ، تعلیم اور تباہی کے مابین روز بروز ایک دوڑ بنتی جا رہی ہے۔''

کسی بھی نظام تعلیم میں خود تعلیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور نصاب تعلیم اس نظام کے مقاصد کی تکمیل کا تحریری ذریعہ ہوتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ متعلم کی شخصیت پر سب سے قوی اور اثر نہ نظام تعلیم کا مرتب ہوتا ہے اور نہ اس نصاب کا، اس جادو کا سرچشمہ استاد کی ذات ہے۔ کوئی بھی انسان بالخصوص نوخیز انسان جس قدر گہرا اثر خود انسان سے قبول کرتا ہے، ایسا اثر وہ کسی اور ذریعے سے قبول نہیں کرتا اور انسانوں میں متاثر کرنے کا کام شعوری طور پر استاد ہی انجام دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندہ اور متحرک معاشرے استاد کو ایک ممتاز اور محترم فرد تصور کرتے ہیں۔ مسلم معاشرے میں استاد نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ قدیم یونان اور چین میں تو استاد کی گویا پوجا ہوتی تھی۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد سے استاد مغربی معاشروں میں بھی بڑی قدر ومنزلت کا حامل ہوگیا۔ جرمنی میں بھی استاد کی بے حد تکریم ہے۔ استاد ہر کہیں واجب الاحترام ہے، اس کے کام اور مرتبے کا ہر کوئی معترف ہے، مگر اس کے رتبے کی پہچان اگر کہیں کم ہے تو وہ ہمارا ملک پاکستان ہے۔

استاد کی تحقیر سامراجی حکمت عملی کا اہم جز وتھی، مگر قیام پاکستان کے بعد بھی ہماری قیادت ودانش کو نہ فرصت ملی اور نہ توفیق نصیب ہوئی کہ معماران قوم کو بھی کوئی مقام دیا جائے۔ چنانچہ استاد کو بے مقام کر کے ہم خود بحیثیت قوم بے وقار ہوکر رہ گئے ہیں۔ قوم اور حکمرانوں کا رویہ اپنی جگہ، مگر استاد کی بدحالی اور تذلیل کی اصل وجہ خود ہمارا استاد ثابت ہوا۔ اس نے اپنے خلاف ہونے والی تقریباً دو سو سالہ سازش کو اس کے صحیح تناظر میں نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا تو اسے سنجیدگی کا مستحق

خیال نہیں کیا جو اس کے لئے ''ازالہ حیثیت عرفی'' کا سبب بن سکتی۔ حالات نے استاد کو اس کے مقام سے نا آشنا کرنا چاہا تو وہ خود اپنے مقام سے بے گانہ ہو گیا اور اب تو ایسا لگتا ہے کہ اسے خود آشنائی کے لئے بھی کافی وقت درکار ہوگا۔

استاد کے معاشرتی مرتبے کی بحالی کے لئے تعلیم وتدریس کے میدان میں اچھے اور برے یا کامیاب اور ناکام استاد کا ایک واضح تصور اجاگر کرنا ناگزیر ہے۔ اچھے استاد کے لئے ترقی کرنے اور اپنی پوری قامت کو پہنچنے کے معیار اور ضوابط مقرر کئے جائیں۔ ایک طرف تو تعلیمی پالیسی سازوں کو اساتذہ کی شرائط ملازمت، ان کی سہولتوں اور مراعات، ترقی اور اعزاز کے معاملات کے حوالے سے موثر اور مثبت اقدامات اٹھانے ہیں تو دوسری طرف استاد کو بھی خود آگاہ اور مقام آشنا ہونا ہوگا۔ لازم ہے کہ اساتذہ خود بھی محاسبہ کریں کہ کیا وہ خود اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے صحیح معنوں میں عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

ہم یہاں مختصراً اچھے استاد کی چند خصوصیات کا تذکرہ کریں گے جنہیں دیکھ کر استاد خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ کیا وہ استاد ہے یا نظام تعلیم کا ایک بیکار پرزہ؟...... اس حوالے سے ہمارے پاس ایک کامل رہنمائی معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی صورت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے، جو سب کے سب معلم تھے۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۱ کی روشنی میں دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ معلم کا سب سے بڑا منصب تدریس ہے، کیونکہ اس نے لوگوں کو کتاب کی علمی وضاحتیں دینی ہوتی ہیں، حکمت سکھانا ہوتی ہے۔ حکمت دراصل اسی کتاب کو لوگوں پر Apply کرنے کا نام ہے۔ یہ کتاب کی عملی شکل ہے، پھر تزکیہ نفس کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' مجھے معلم اخلاق بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' تعمیر کردار کے لئے معلم سمعی اور بصری دونوں صورتوں کو استعمال میں لاتا ہے۔ اچھی تدریس کی اولین شرط یہ ہے کہ استاد مطمئن ہو اور اس کی عزت نفس محفوظ ہو۔ تعلیم محض نصابی کتابیں پڑھانے اور طالب علموں کے ذہنوں میں بعض معلومات جاگزیں کرنے ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک تخلیقی عمل ہے جس میں استاد کی شخصیت، اس کا وقار، اس کی علمیت اور اس کا اپنے پیشے کے ساتھ آزادانہ شغف مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔ استاد کو جب اور جہاں یہ احساس ہوا کہ وہ ایک حقیر ملازم ہے یا ایسے لوگ جو علم وذوق میں اس کے برابر نہیں، اس پر حکمران ہیں تو اس کی روح فنا ہو جاتی ہے۔ عمل تدریس عزتِ نفس اور ایک خاص احساس ووقار یا احساس تفاخر کے بغیر ممکن نہیں۔

درس وتدریس کے لئے سب سے اول چیز کتاب ہے جو علم بھی آپ متعلم تک پہنچانا چاہتے ہیں، اس کتاب یا نصاب سے استاد کی گہری وابستگی اور اس سے پوری واقفیت لازم ہے۔ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کتاب کی عملی صورت تھے۔ تعلیم وتدریس کا سارا عمل کتاب کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ جس قوم کے استاد اچھی اور عمدہ کتاب پیدا کرنے سے قاصر ہوں، وہ قوم تعلیم وتدریس کے میدان میں پس ماندہ اور غیروں کی دست نگر ہو کر رہ جاتی ہے۔ استاد اصل میں صاحب کتاب ہوتا ہے، کیونکہ کتاب زندگی کے حقائق کو جاننے اور اس جانکاری کو دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے تاکہ

اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ کتاب علم کی حفاظت، ترسیل اور توسیع کا نام ہے۔ کتاب ہی وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے سے پہلی نسلوں کی محنت وکاوش، دانش وبینش اور حکمت وبصیرت نئی نسلوں تک منتقل ہوتی ہے، لیکن جب یہ عمل رک جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں درحقیقت زندگی کا عمل رک جاتا ہے۔ اچھی کتاب نہ لکھ سکنا محض کوتاہی نہیں بلکہ ایک اجتماعی جرم ہے۔ خود علمی کتابیں نہ لکھ پانا دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے مترادف ہے۔ استاد کسی قوم کی نظریاتی سرحدوں کا محافظ ہوتا ہے مگر افسوس کہ آج کے استاد کو ٹیوشن کے سرطان نے اس قدر ناکارہ بنادیا ہے کہ تحقیق وتحریر سے اس کا تعلق شرمناک حد تک کمزور ہو چکا ہے۔

اچھے استاد کی دوسری اہم صفت غور وفکر ہے کیونکہ سوچے اور غور کئے بغیر اور فکر کی نئی راہیں تراشے بغیر تدریس مہمل ہو جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بھی غار حرا میں تشریف لے جاتے اور غور وفکر کرتے تھے۔ یہ کسی بھی معلم کے لئے لازمی ہے۔ غور وفکر کے بغیر کسی نے زمانے کو کچھ نہیں دیا۔ عقل صرف تدبر وتفکر سے بڑھتی ہے۔ اس کے بغیر کوئی استاد اچھا استاد نہیں بن سکتا۔ معلم انسانیت کی زندگی کا یہ معمول تھا۔ اسی غور وفکر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ان دیکھے خدا کو تسلیم کروا کے زمانے کی تقدیر بدل دی۔ ہر اچھے استاد کے لئے اس سنت رسول کی اتباع ضروری ہے۔ بڑا استاد مسلسل تفکر، تحقیق اور اشاعت میں مصروف عمل رہتا ہے مگر آج ہمارا استاد ٹیوشن کے جبر میں کولہو کے بیل کی طرح جت گیا ہے، اب اس کے پاس غور وفکر اور مطالعہ کتاب کے لئے وقت ہی نہیں۔

فکر وتدبر کے ساتھ کام کی لگن کے بغیر بھی اچھے استاد کا مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے جب پروردگار عالم نے کام لگایا تو پھر آپ نے پوری لگن سے کام کیا۔ شب وروز کی پروا نہیں کی، معاشی مجبوریوں، ذاتی خواہشات، بھوک اور دھوپ کو نہیں دیکھا، مسائل ووسائل کی شکایت نہ کی، یہاں تک کہ سفر طائف کے موقع پر حضرت زید بن حارثہ ؓ کو ہمراہ پیدل گئے، نہ کہ مشن کی تکمیل کے لئے وسائل کے حصول تک کام روک دیا۔ ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوا ہو کہ فلاں شخص اللہ کی بات سننا چاہتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کل پر ٹال دیا ہو۔ چنانچہ اچھے استاد کے لئے ضروری ہے کہ اس میں لگن یعنی Devotion ہو۔

لگن کے بغیر استقامت بے ثمر رہتی ہے۔ چنانچہ استاد کے لئے استقامت واستحکام کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہیں کہ آج رویہ کچھ اور ہے اور کل کچھ اور ہے۔ آج آپ کے علم کے بڑے متلاشی اور ہر لمحہ مصروف عمل ہیں، مگر پھر سال سال بھر کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ معلم ہونا پیغمبروں کا منصب ہے۔ رب العزت نے سب سے زیادہ عزت، احترام اور توقیر اہل علم کو دی ہے۔ اسوۂ حسنہ پر نظر ڈالیں تو عیاں ہوگا کہ حالات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشن سے روکنے کے لئے کتنا جبر کیا، دباؤ ڈالا، پریشان کیا مگر آپ کے پائے استقامت میں ذرا لغزش نہیں آئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دو تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں

گا۔" یہ استحکام و استقامت کا عمل ہے۔

اچھا استاد ہونے کے لئے ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کو Time Managment آتی ہو۔ دنیا میں اسوۂ حسنہ کے علاوہ کہیں یہ مثال نہیں ملتی کہ اتنے کم وقت میں کسی نے اتنی بڑی تبدیلی لائی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے Time کو Manage کیا، انرجی کو Manage کیا، human resources کو manage کیا۔ چنانچہ اچھا استاد بننے کے خواہش مندوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ وقت کے استعمال کی صلاحیت پیدا کریں۔ وقت کو ضائع کئے بغیر ہی کم وقت میں بڑی تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر آپ Time managment نہیں جانتے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے آپ کچھ نہیں سیکھا۔ جی ہاں، ایک ایک لمحے سے فائدہ اٹھائے بغیر آپ علم نہیں بانٹ سکتے، اچھے استاد نہیں بن سکتے کیونکہ اس طرح آپ کی ترجیحات ضائع ہوجاتی ہیں۔

اچھے استاد کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ متعلم کی صلاحیتوں کا ادراک حاصل کرنے کے بعد اس کے ٹیلنٹ کو مثبت انداز میں اجاگر کرے۔ استاد اپنے طالب علم کی ضرورتوں کا تعین کرے اور پھر جہاں ہے، وہاں سے مطلوبہ تعلیمی مقاصد تک پہنچنے میں اس کی مدد کرے۔ استاد متعلمین کے تنوع کو ملحوظ رکھ کر، ان کے اکتساب کو تقویت دے کر، تعلیمی حاصلات کو مخصوص اطلاقات میں ڈھال کر اور تاحیات قابل استعمال تعلیمی مہارتوں کو ترتیب دے کر یہ مقصد حاصل کرتا ہے۔ اچھا استاد مثبت زاویئے کا حامل ہوتا ہے۔ سادہ الفاظ میں اچھا استاد اچھا مردم شناس ہوتا ہے، وہ شخصیت کی نشوونما میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرتا، وہ منفی فکر کا حامل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردم شناسی کی اسی صفت سے آپ نے دنیا کا سب سے بڑا معاشرتی انقلاب برپا کیا۔ وحشی و جنگلی معاشرے کو سنجیدہ، بردبار اور بااخلاق بنادیا۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوا کہ آپ نے کسی پر اعتراض کرنے کے بجائے اس کے جوہر خاص کو پروان چڑھایا۔ ہر فرد کے پوشیدہ ٹیلنٹ کو تبدیلی کے لئے استعمال کیا۔ حضرت انس بن مالکؓ دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم رہے۔ انہوں نے بھی برملا کہا "دس سال میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام پر مجھے ڈانٹا ہو۔" ہر اچھے معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ منفی اپروچ کو ترک کرکے یہ دیکھے کہ متعلمین میں سے کس میں کیا خوبی ہے اور اس کو ابھارے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی مثبت قوتیں ابھار کر ہی ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل کی۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں دیکھیں کہ مدینہ پہنچنے کے بعد آپ کی حیات مبارکہ غزوات کی نذر رہے مگر تلواروں کے سائے تلے حضرت حسان بن ثابتؓ جیسے صحابیؓ بھی موجود ہیں جنہوں نے کبھی تلوار کو ہاتھ نہیں لگایا، مگر رحمت للعالمین کی زبان مبارک سے کبھی نہ نکلا کہ حسانؓ تم تلوار نہیں اٹھاتے۔ بلکہ معلم انسانیت نے یہ دیکھا کہ حضرت حسانؓ میں شاعری کا جو ہر موجود ہے تو اسے لوگوں میں جوش و جذبہ پیدا کرنے، امید دلانے اور قوت ارادی بڑھانے کے لئے استعمال کیا۔ اچھے استاد کے لئے سیرت پاک سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ وہ مثبت انداز میں اپنے شاگردوں کے جوہر تلاش

کر کے انہیں جلا بخشے۔ استاد کو اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ نصاب کو متعلم کی حقیقی زندگی سے جوڑ کر اور معاشرتی معاملات کی آگاہی پیدا کر کے نصاب کے ساتھ بچوں کا انفرادی تعلق قائم کرے۔

ایک اچھے استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حقائق کی باز آفرینی پر توجہ دینے کے بجائے مسئلہ حل کرنے کی مہارتیں پیدا کرنے پر زور دے۔ استاد کو جستجو کے عمل سے متعلق مہارتوں اور تعین قدر کے عمل سے متعلق مہارتوں کے ذریعے سے متعلم کی سرگرم شرکت کو فروغ دینا چاہئے۔

ایک اچھے استاد کی ایک اور نمایاں صفت جس کا ادراک ہمیں سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے، یہ ہے کہ معلم کو تکبر و امتیاز کا حامل نہیں ہونا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی امتیازی رویے کو نہیں اپنایا، نہ بیٹھنے کے لئے جگہ مخصوص کی، نہ لباس مخصوص، نہ خوراک مخصوص، نہ الگ تھلگ بیٹھنے کا طریقہ، ظاہر ہے جب تک استاد طلبہ سے گھلے ملے گا نہیں، اس کی ذہنی مطابقت نہیں ہوگی، ذہنی لگاؤ نہیں ہوگا تو مطلوبہ سطح پر مکالمہ بھی نہیں ہو سکے گا، بغیر گھلے ملے استاد صحیح معنوں میں علم مہیا نہیں کر سکتا۔ استاد کا متعلمین سے mixup ہونا ضروری ہے۔ امتیاز، علم دشمن رویہ ہے۔

اچھا اور بڑا استاد خود اعتماد ہوتا ہے۔ خود اعتمادی کو کامیابیوں کی کنجی سمجھا جاتا ہے، ایک استاد اسی صورت میں کامیاب قوم کی تعمیر کر سکتا ہے جب وہ اس میں خود اعتمادی بانٹ سکے، لیکن کچھ بانٹنے سے پہلے اس کا استاد کے پاس ہونا بھی ضروری ہے۔ پُر اعتماد استاد کی زندگی ابہام سے پاک ہوتی ہے، آپ نے جو سیکھا ہے، اگر اس سے متعلق خود الجھن کا شکار ہیں تو پھر آپ اسے دوسروں کو بھی نہیں سکھا سکتے۔

خود اعتماد استاد ہی طلبہ میں سوال کرنے کی جرات پیدا کر سکتا ہے، سوال و جواب کی صلاحیتوں کو پیدا کئے بغیر کوئی قوم وقت کے تقاضوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سوال علم کی ماں ہے مگر صد افسوس کہ آج سوال ہی ہم سے چھین لیا گیا ہے۔ اس سے علم کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ سوال و جواب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف تدریس تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرما رہے ہوتے، جمعہ کا خطبہ دے رہے ہوتے تو لوگ کھڑے ہو کر سوال پوچھتے اور آپ جواب دیتے۔ آج سیکھنے سکھانے کے عمل میں ہم دوسروں کے دست نگر ہیں کیونکہ ہم سے سوال چھین لیا گیا ہے۔ نالائق استاد سوال کو گستاخی سمجھتا ہے حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک تھا۔ سوال کا مطلب ہے کہ اس میں متعلم کی طلب، توجہ اور مکمل حاضری شامل ہے۔

اچھا استاد اور اپنے شاگردوں کا "محبوب" ہوتا ہے۔ استاد کا انداز حیات اور اس کی گفتار و کردار طالب علم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ استاد کی عادات، اظہار، اعتدال، عالی ظرفی، وقار و متانت اور علم و تحقیق ہی اسے محبوب بنا سکتے ہیں۔ اگر استاد کی شخصیت میں محبوبیت کا فقدان ہو تو وہ اچھا استاد نہیں بن سکتا۔ محبوب رہنما و استاد ہی تعلیم و تطہیر کا فریضہ بحسن و خوبی ادا کر سکتا ہے، چنانچہ استاد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے Posture کو، اپنے مزاج کو، اپنے ڈھنگ کو بھی متوازن رکھے۔

اچھا استاد وعدے کا پکا اور پاسدار ہوتا ہے۔ یہی چیز اسے لوگوں میں محترم بناتی ہے۔ وہ امین و صادق ہو کر ہی انقلاب کا

داعی ہوسکتا ہے۔ اگر استاد معاشرے میں معزز نہ ہوگا تو اس کا بانٹا ہوا علم تاثیر کا حامل نہ ہوگا۔ ایک اچھا استاد غیبت کرنے والا، جھوٹ بولنے والا، دروغ گو، کھوکھلے دعوے کرنے والا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے کردار کا محاسبہ کئے بغیر اچھا معلم نہیں بنا جاسکتا۔ بد کردار استاد معاشرے میں صلاح وفلاح پھیلانے کے بجائے فساد اور مایوسی پھیلانے والا بن جائے گا۔ اچھا استاد ہمیشہ آسانیاں پیدا کرنے والا اور علم کو خوشخبری کے انداز میں دینے والا ہوتا ہے۔ جب تک آپ طلبہ کی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھیں گے، آپ بڑے معلم نہیں بن سکتے۔ استاد کو تبدیلی کا مقابلہ کرنے اور اس پر دسترس حاصل کرنے میں شاگردوں کی مدد کے قابل ہونا چاہئے۔ بلوغت اور بے روزگاری کے خلاف طلبہ کی تگ ودو اساتذہ سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ انہیں کمانے، زندہ رہنے اور سماجی تحفظ کے مٹتے ہوئے گوشوں، نسلی ومذہبی تشدد، معلوماتی انقلاب یا سرمایہ دارانہ معاشروں میں موجود طمع سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کرے۔

اچھا استاد ہمیشہ اچھا طالب علم رہتا ہے، وہ ہمیشہ نئے علم اور نئی روشنی کو اپنانے والا ہوتا ہے۔ خندق کھودنا اہل فارس کا طریقہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے اسے اختیار کیا۔ ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاجامہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند کیا حالانکہ عرب پاجامہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ آپ نے یمن کی طرف بعض صحابہ کرامؓ کو بھیجا کہ جاؤ اور قلعوں پر چڑھنے کی ترکیب سیکھ کر آؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے علاوہ دیگر علوم کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

بڑے استاد کی ایک اور مثالی صفت قوت برداشت ہے۔ وہ ردعمل ظاہر نہیں کرتا۔ استاد جتنا ردعمل کا مظاہرہ کرنے والا ہوگا علم میں اتنا ہی چھوٹا ہوگا، استاد اقدار کے تصادم سے نبرد آزما ہوسکتا ہے۔ اساتذہ کو یہ علم ہونا چاہئے کہ غفلت کرنے والے بچوں کے ساتھ کس طرح کام کرنا ہے۔ غور کریں کہ لوگ مشرک ہیں، بتوں کو پوجتے ہیں، چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ فوری پکڑ کرتا اور نافرمانوں کی گردنیں توڑ دیتا، مگر اللہ عالی ظرف ہے اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی react نہیں کیا اور کسی سے ذاتی بدلہ نہیں لیا۔ شاگرد گستاخ ہوسکتا ہے، مگر بڑا استاد عالی ظرف ہوتا ہے۔ معاف اور درگزر کرنا ہی اس کے بڑے پن کا ثبوت ہے۔

مذکورہ بالا صفات وخصوصیات کے حامل اچھے استاد پیدا کئے بغیر کوئی بھی نظام تعلیم اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتا، اگر ایک طرف اساتذہ کی تربیت، ان کی مراعات اور باعزت مقام حکومت اور عوام کی ذمہ داری ہے تو دوسری طرف خود استاد پر بھی بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ آج مادی طمع وحرص کے شکار معاشرے میں استاد خود زمانے کی رو کا شکار ہوکر معمار قوم کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا۔ سرمایہ دارانہ نظام اور زوال پذیر معاشرے میں استاد کو پہلے خود آشنا ہوکر اپنی اصلاح کرنی ہے، اس کے بعد ہی وہ تعمیر کردار وسیرت کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ استاد خود کو پیغمبروں کی میراث معلمی کے وارث کہتے ہیں، لہٰذا انہیں معلم انسانیت وفخر انسانیت کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی کردار سازی کرنی ہے۔ پیغمبروں کا وارث ہونے کا دعوے دار استاد ہی اگر سیرت طیبہ کا پیرو کار نہ ہو تو اس سے زیادہ نالائق اور کون ہوسکتا ہے......... ☆